

مکاتیب

(۱)

لکھنؤ۔ ۲۲ جنوری ۲۰۱۵

بخدمت محترم مولانا راشدی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کل جنوری کا شمارہ موصول ہوا ہے۔ پشاور کا سانحہ یہاں ہم سب کو ہلا گیا۔ ہائے بے دردی و سنگدلی! اس پر محمد مشتاق احمد صاحب کا فقہی کلام ”سوچا سمجھا جنون“ بڑی بروقت چیز نظر آئی۔ اس سلسلہ میں کچھ اور بھی آنا چاہیے۔ اور شیخ الازہر کے نام مکتوب کی روشنی میں امید کی جانی چاہیے کہ آپ خلافت قائم کرنے کے صحیح طریقہ کی کچھ وضاحت ضرور فرمائیں گے۔ اور صاحب یہ مرحوم شکیل اوج صاحب کے حوالہ سے میرے خط پر جن صاحب نے بڑا شکوہ کیا ہے تو آپ اگر ایک سطر کا نوٹ اس پردے دیتے تو ان کی جذباتی جراحت ضرور کم ہو جاتی اور مجھے ان کا غم غلط کرنے کے لیے کچھ کہنے کی ضرورت نہ محسوس ہوتی۔ آپ انھیں توجہ دلا سکتے تھے کہ اُس غریب نے تو مجھے خط اس عنوان سے لکھا تھا کہ شکیل صاحب کے بارے میں میرا مضمون پڑھ کر اسے ڈر ہوا کہ سید سلمان ندوی صاحب کے نام اپنے خط میں اس نے جو کچھ اوج صاحب کے بارے میں لکھا، وہ کہیں بے جا نہ رہا ہو۔ نہ یہ کہ اس کا مقصد شکیل صاحب کو ناقابل توجہ “بتانا رہا ہو۔ اور کیا اچھا ہوتا کہ آپ موصوف کو اس مفروضہ سے بھیجی، جو ان کے لیے اہل مدارس پر تبرے کا باعث ہوا، نکال دیتے کہ ہونہ ہو، یہ عتیق صاحب بھی مجملہ ارباب مدارس ہیں۔ چلیے، خیر اس بہانے آپ سے سلام دعا ہوگی۔

ایک بات کہنے کا تقاضہ پہلے سے چل رہا تھا، وہ بھی عرض کر دوں کہ یہ جو ”اردو تراجم قرآن پر ایک نظر“ کا سلسلہ ہے، خیال ہوتا ہے کہ اس کی قسطیں اگر چھوٹی کر دی جائیں تو زیادہ دلچسپی سے پڑھا جائے، ورنہ افادیت اپنی جگہ، ہے ایسی سپاٹ چیز کہ زیادہ دیر دلچسپی کم ہی لوگوں کو رہ سکتی ہے۔ والسلام

نیاز مند، عتیق

(۲)

محترم المقام جناب زاہد الراشدی صاحب

السلام علیکم! الشریعہ جنوری 2015 کی اشاعت میں ایک مخلص علمی شخصیت جناب عتیق الرحمن سنبھلی کے نہایت

ماہنامہ الشریعہ (۵۳) فروری ۲۰۱۵

مختصر، عاجزانہ و دردمندانہ خطوط کے رد میں ڈاکٹر شہباز منج صاحب کا ایک تفصیلی تنقیدی مضمون نما خط شائع کیا گیا ہے۔ محترم ڈاکٹر شہباز منج صاحب کی تنقید پڑھ کر دلی دکھ اور صدمہ ہوا کہ اہل علم اس طرح کی الجھی ہوئی اور باہم متضاد باتیں بھی پورے اعتماد سے اور بڑے دھڑلے سے کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محترم شہباز منج کا پورا مضمون ہی باہم الجھا ہوا اور عتیق الرحمن سنبھلی صاحب پر محض فرضی، خیالی اور خود ساختہ الزام کو زور قلم سے منوانے کی کوشش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جناب عتیق الرحمن سنبھلی کے خطوط کا جائزہ لے لیا جائے۔

۱۔ الشریعہ کے نومبر 2014 میں شائع ہونے والے اپنے پہلے خط میں جناب سنبھلی ڈاکٹر تکیل اوج صاحب کے بارے میں علم و دلیل کی بنیاد پر قائم ہونے والی اپنی رائے پر پریشانی کا اظہار ان الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ: ”میرے جواب کی رو سے اوج صاحب قابل توجہ ہی نہ تھے جبکہ آپ کی تحریر سے پتہ چلا کہ وہ تو بڑی ذی علم ہستی تھی۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ ذرا وقت نکال کر یہاں اٹیچ کردہ میرا خط پڑھ لیں اور میں نے جس بنیاد پر مرحوم کے خیالات کو رد کیا اس کے بارے میں بے تکلف بتائیں کہ کیا میں اس میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔“

۲۔ اس کے بعد جناب سنبھلی کا وہ خط شائع کیا گیا ہے جس میں انہوں نے ڈاکٹر تکیل اوج مرحوم کے استدلال کو علمی بنیادوں پر رد کیا ہے۔ جناب سنبھلی کے اس نہایت مختصر علمی خط، جس میں انہوں نے ڈاکٹر تکیل اوج کے استدلال کو قرآنی دلیل سے رد کیا ہے، کا نقطہ عروج وہ آخری جملہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ”سورہ مومنوں کی آیت (۵) میں صریح طور پر قابل تمتع عورتوں کی دو کیلنگریز قائم کی گئی ہیں: اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلْؤُومِيْنَ۔ آپ اس دوئی کو کس دلیل سے کالعدم کریں گے؟“

آنجناب نے جناب سنبھلی کے اس استدلال کو قبول کرتے ہوئے جواباً تحریر فرمایا کہ ”مجھے آیت کریمہ کے مصداق کے حوالے سے آپ کے موقف سے کلی اتفاق ہے“ اور یہ کہ ”کسی بھی قرآنی حکم پر جمہور اہل علم کے اجتماعی موقف سے انحراف کو درست نہیں سمجھتا“۔

۳۔ آنجناب کے اس جواب کے جواب میں جناب سنبھلی کا کمال اختصار، عاجزی اور خلوص دل سے لکھا ہوا خط الشریعہ دسمبر 2014 میں شائع ہوا جس میں جناب سنبھلی نے توجہ دلائی کہ ”اوج صاحب نے اپنے مضمون میں جس چیز کے خلاف داد تحقیق دی تھی وہ موقف جمہور ہی نہیں، امر منصوص تھا مگر آپ کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وسعت قلب اس کی سمائی کے لیے بھی تنگ نہ تھی۔ مولانا! مجباً نہ عرض ہے کہ ذرا نظر ثانی کی ضرورت سمجھیں..... کوئی بات اپنی حد سے بڑھ کر لکھ دی ہو تو درگزر فرمائیے گا“

جناب سنبھلی کا یہ وہ نہایت مختصر علمی استدلال تھا جو علمی جواب کا متقاضی تھا، لیکن افسوس الشریعہ نے آپ کی ذات کی حد تک جناب سنبھلی کے استدلال کو درست تسلیم کیا۔ لیکن جنوری 2015 کے الشریعہ میں ڈاکٹر شہباز منج کے تقریباً پانچ صفحاتی جذباتی اور غیر علمی دلائل پر مبنی خط نما مضمون نے جناب سنبھلی کے نہایت مختصر علمی خطوط پر شدید رد عمل کا اظہار فرمایا ہے جو کسی طور بھی ایک صاحب علم شخصیت کے شایان شان نہیں۔ کوئی عامی اور علم و دین سے عاری شخص ایسے سطحی

جذبائی ردعمل کا اظہار کرے تو اسے کسی حد تک معذور سمجھا جاسکتا ہے مگر علم و دین کی بلند مسند پر فائز کسی علمی شخصیت کی طرف سے اس طرح کی کج رویا نہ روش، طعنہ زنی اور دلیل و سند سے عاری تعریض و طنز سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا یہ نہایت افسوس کا مقام نہیں ہے کہ ”اکابر کے قصیدہ خواں، صاحب چہ و دستار، دارالعلوم کی ملکیت اور بڑی پگڑی“ کی تراکیب استعمال کر کے ڈاکٹر شہباز منج نے جناب سنبھلی پر ناحق طعن و طنز فرمایا ہے۔ جناب سنبھلی نے تو قرآن حکیم کی آیت سے محکم استدلال کرتے ہوئے تکلیل اوج کا رد فرمایا۔ انہوں نے تو واضح طور پر لکھا ہے کہ (لونڈی کا زیر بحث معاملہ) محض جمہور ہی نہیں بلکہ (قرآن حکیم کی آیت کا) امر منصوص ہے۔ اپنی محکم دلیل پیش کرنے کے باوجود محترم عتیق الرحمن سنبھلی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے جس بنیاد پر مرحوم کے خیالات کو رد کیا اس کے بارے میں بے تکلف بتائیں کہ کیا میں اس میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔“ حیرت یہ ہے کہ ڈاکٹر شہباز منج علم و دلیل کی بجائے خام جذبات سے کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر مولانا سنبھلی کی دلیل کا کوئی معقول اور علمی جواب ان کے پاس تھا تو وہ عنایت فرماتے۔ لیکن بجائے یہ درست راستہ اپنانے کے انہوں خواہ مخواہ طعن اور طنز کے نشتر چلانے پر اکتفا کیا اور جناب سنبھلی کے صائب اور قرآنی موقف کو اٹکل پچو اور عامیانداز سے حقیر ثابت کرنے کی سعی فرمائی۔

منج صاحب نے ”اکابر اور اجماعی موقف“ کے الفاظ طعن اور طنز کے طور پر اس طرح چبایا کر ادا کیے ہیں، جس سے تاثر ملتا ہے کہ شاید جناب عتیق الرحمن سنبھلی نے اپنا سارا زور استدلال انہیں دو بنیادوں پر استوار کیا ہو۔ حالانکہ جب ہم جناب سنبھلی کے آدھے آدھے صفحے کے تینوں خطوط کو دیکھتے ہیں تو ان میں ”اکابر اور اجماعی موقف“ نامی کوئی ہوا کہیں بھی ہمیں دکھائی نہیں دیتا جس سے ڈر کر ڈاکٹر شہباز منج خوف سے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اس کے برعکس جناب عتیق الرحمن سنبھلی نے تو اپنا استدلال قرآن حکیم کی واضح اور بین آیات اور نصوص سے کیا ہے۔ ڈاکٹر شہباز منج صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ بھی علمی انداز اختیار کرتے ہوئے دلیل کا جواب دلیل سے دیتے مگر افسوس انہوں نے علمی روش اختیار نہیں کی۔ یہ کیا بات ہوئی کہ اگر کوئی پروفیسر صاحب قرآن کی محکم و واضح نصوص کی بجائے قرآن وحدیث کی مشابہات کے پیچھے پڑ کر اور عقل کا غلط استعمال کرتے ہوئے زلیغ (فکری بے راہ روی) کا سبب بن رہا ہو اور کوئی دوسرا صاحب علم اپنی عاجزی، اعلیٰ ظرفی اور اعتدال پر مبنی سوچ و طبیعت کی بنا پر نرمی اختیار کرتے ہوئے ان بیچارے پروفیسر صاحب کے زلیغ کی وجہ سے ان کو قابل توجہ ہونے کا حقدار قرار نہ دے تو آپ اکابر پرستی اور چہ و دستار کا طعنہ دے کر اس کے علمی استدلال کو ہوا میں اڑانے کی کوشش کریں! حیران ہوں صاحب علم بھی ایسی روش اختیار کر سکتے ہیں؟

حیرت اس پر بھی ہے کہ مولانا سنبھلی ڈاکٹر تکلیل اوج مرحوم کے غلط موقف / مقالہ کی تردید میں بجائے صفحے کے صفحے سیاہ کرنے کے ایک محکم و بین قرآنی آیت سے غلطی کو ظاہر و باہر کر کے رکھ دیتے ہیں۔ سورہ مومنون کی وہ آیت سامنے آنے کے باوجود بھی ڈاکٹر شہباز منج صاحب کا اصرار ہے کہ مولانا سنبھلی کے مقابلے میں ڈاکٹر تکلیل اوج کا موقف زیادہ قابل توجہ ہے۔ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا واضح حکم سامنے آنے کے بعد ہماری زبانیں رک نہیں جانی چاہئیں اور سر تسلیم خم نہیں ہو جانا چاہیے؟ پھر قرآن کی محکم آیت سامنے آنے کے باوجود یہ بحث و تجویز، قیل و قال اور طعنہ زنی کیا

معنی رکھتی ہے؟ ڈاکٹر شہباز منج صاحب اپنے موقف میں اچھے خاصے الجھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک مقام پر وہ ڈاکٹر شکیل اوج کے موقف کی وکالت کرتے پائے گئے ہیں تو دوسرے ہی سانس میں وہ فرماتے ہیں کہ ”اوج صاحب کے استدلال سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور اسے دلیل کی بنیاد پر رد بھی کیا جاسکتا ہے“ آگے چل کر اوج صاحب کی فکری بے راہ روی کو ان الفاظ میں تسلیم بھی کرتے ہیں کہ ”وہ (مولانا زاہد الراشدی) تفرقات کے حامل ایسے لوگوں کی فکری بے راہ روی پر گمراہی کا فتویٰ دینے کی بجائے افہام و تفہیم کے ذریعے رجوع کی طرف توجہ دلانے کو ترجیح دیتے ہیں“۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا متین الرحمن سنبھلی نے اپنے خطوط میں ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم پر کیا کوئی فتویٰ لگایا ہے؟ انہوں نے تو (۱) ایک قرآنی دلیل سے ڈاکٹر شکیل اوج کے پورے فلسفے کی عمارت ہی منہدم کر دی۔ (۲) اور ڈاکٹر شکیل اوج کے فلسفے کو قرآن حکیم کی نص کی مخالفت کی بنیاد پر ناقابل توجہ قرار دیا ہے۔ (۳) محترم زاہد الراشدی صاحب سے گلہ کیا ہے کہ وہ ڈاکٹر شکیل اوج صاحب کو علمی طور پر اعتبار کی سند کیوں عنایت فرما رہے ہیں۔ انہوں نے علم کی بنیاد پر قرآن و سنت میں غور و فکر کے ایک غلط زاویہ/سوچ کی نااہلیت مختصر پیرائے میں ثابت کی۔ نہ انہوں نے اجماع کی بات کی، نہ ہی اکابر کا ڈنڈا دکھایا، نہ ہی کوئی فتویٰ لگایا۔ زیادہ سے زیادہ کہا تو یہ کہا کہ ”میں نے جس بنیاد پر مرحوم کے خیالات کو رد کیا اس کے بارے میں بے تکلف بتائیں کہ کیا میں اس میں غلطی کا مرتکب ہوا ہوں“۔ اب دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ دلیل سے جناب سنبھلی کے موقف کو قبول یا رد کیا جاتا۔ مگر افسوس جذبات ہی نے دلیل کا مقام حاصل کر لیا۔ کوئی ہم جیسا عامی اور حقیر طالب علم ایسا کرے تو شاید ناقابل التفات ہوتا۔ لیکن ڈاکٹر شہباز منج جیسا اہل علم اگر علم و دیانت سے فروتر ایسا رویہ اختیار کرے تو دکھ تو ہوتا ہے۔ پھر شہباز منج صاحب کے نقد کا رخ بلاوجہ تمام تر جناب سنبھلی کی طرف ہے، جو سید ابوالحسن ندویؒ کے اسی علمی حلقے اور دانش کدے کے معتدل، متوازن اور معزز رجال میں سے ہیں، جن کی تحریر کا اقتباس ڈاکٹر شہباز صاحب نے غلط طور پر ڈاکٹر شکیل اوج مرحوم کے حق میں استعمال کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

بزرگوار محترم! کسی درجے میں ڈاکٹر شہباز منج کا شکوہ، گلہ اور غصہ اگر بنتا تو وہ آپ سے بنتا تھا۔ اگر ان کے نقد کا رخ آپ کی طرف ہوتا تو کم از کم بات منطقی ہوتی، لیکن یہاں تو ”معقولیت، کامن سینس اور لاجک“ کو دور ہی سے سلام کر دیا گیا ہے۔ میں اس جسارت پر معذرت خواہ ہوں لیکن کیا کروں کہ معاملے کی نوعیت اور سنگینی کی طرف توجہ دلانے کے لیے اس سے زیادہ موزوں الفاظ میرے پاس نہیں۔ جناب سنبھلی کے خط کے جواب میں ان کے موقف کی تائید کرتے ہوئے اجماع کی اور جمہور کی بات آپ نے کی تھی، جس پر اگلے ہی خط میں انہوں نے توجہ دلانا ضروری سمجھا کہ ”اوج صاحب نے اپنے مضمون میں جس چیز کے خلاف داد تحقیق دی تھی وہ موقف جمہور ہی نہیں، امر منصوص تھا“۔ اب ”امر منصوص“ کے دو الفاظ سے مولانا سنبھلی نے جس دریا کو کوزے میں بند کیا، ڈاکٹر شہباز منج ایسا اہل علم بھی اگر اس کو نا سمجھ سکے تو اس پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے؟

لوٹڈی سے تمتع کے موضوع پر ڈاکٹر شہباز منج شکیل اوج مرحوم کے استدلال کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کی وکالت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ”محض ملکیت کی بنیاد پر مباشرت کا حق تسلیم کر لیا جائے تو مالک ہی نہیں، مالک کو بھی یہ

حق دینا پڑے گا۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتایا جائے کہ کیا یہ علمی اہلیت سے عاری اور جہالت پر مبنی استدلال نہیں؟ قرآن حکیم اور سنت نبوی کی واضح، بین اور محکم نصوص سامنے ہونے کے باوجود کوئی صاحب علم اس قسم کا استدلال کر سکتا ہے؟ کیا یہ اسی قسم کا جاہلانہ استدلال نہیں جو آج کل کی مغرب زدہ عورتیں چار شاہدوں کی قرآنی اجازت کے خلاف پیش کرتی ہیں کہ اگر مرد کو چار شاہدوں کی اجازت ہے تو پھر عورتوں کو بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیے۔ علم و دین کی اہم مسند پر فائز اگر کوئی پروفیسر صاحب جاہلانہ باتیں علم کے پیرائے میں کریں تو اہل علم و دین کا فرض ہے اس پر گرفت کریں۔ جناب عتیق الرحمن سنہلی نے اگر تشکیل اوج مرحوم کو ناقابل توجہ کہا ہے تو یہ تو انہوں نے بڑی نرمی کی ہے یا شاید اس تناظر میں یہ بات کہی گئی ہے کہ تشکیل اوج مرحوم کے دلائل میں کوئی واقعی علمی دلیل انہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملی۔ اور اگر ملی بھی سہی تو اس کی حیثیت ”لغو“ سے بڑھ کر نہ تھی۔ اب بھلا ایسی لغو بات سے اگر کوئی ”اعراض“ کی بات کرے تو اس پر اتنی شدید برہمی کا کیا جواز؟

جو لوگ سوچ اور فہم کے ”عصری معیارات“ کوحتی اور اسے آسمانی ہدایت کی طرح معتبر مانتے ہیں، وہ لوگ قرآن و سنت کے ہر تصور و حکم کو عصری معیار پر جانچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس جانچ میں انہیں قرآن و سنت کی جو جو حکمت بھی عصری معیار سے نکلراتی ہوئی محسوس ہوں، انہیں وہ (متشابہات کے ذریعے) عصری معیار کے مطابق بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر مولانا عتیق الرحمن سنہلی کے استدلال سے صدمہ پہنچا ہے تو بات قابل فہم ہے کیونکہ مولانا سنہلی کا استدلال صرف قرآن و سنت کو آسمانی ہدایت کا درجہ دیتا ہے اور عصری معیارات کی ہر چیز کو قرآن و سنت کی روشن نصوص (حکمت) کی روشنی میں پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ اس جانچ میں انہیں ”عصری معیارات“ کی جو جو چیز بھی قرآن و سنت سے نکلراتی ہوئی محسوس ہو، ذہن اسے بلا تامل قرآنی حکمت کے مطابق بدل دینے کی دعوت دیتا ہے۔

بزرگوار محترم! منج صاحب کے زیر بحث خط کی اشاعت اگر بہت ضروری تھی تو اس کے ساتھ ہی آپ طرف سے اس وضاحت کا آنا بھی ضروری تھا کہ ”مولانا عتیق الرحمن سنہلی نے نہ ہی ڈاکٹر تشکیل اوج پر کوئی فتویٰ لگایا ہے، نہ ہی اکابر اور اجماع کی دلیل سے ڈرایا ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم کی نص قطعی سے ڈاکٹر تشکیل اوج کے فلسفہ کی غلطی اور غیر علمی استدلال کو واضح کیا ہے، اس کے جواب اور تائید میں اجماع اور جمہور کی دلیل کا اضافہ میں (آنجناب) نے کیا تھا۔ لہذا منطقی اعتبار سے ڈاکٹر شہباز منج کی اس نقد کا سزاوار اگر کوئی ہے تو وہ صرف اور صرف میں (آنجناب) ہوں۔ قرآن حکیم کی محکم آیت کی بنیاد پر مولانا سنہلی نے ڈاکٹر تشکیل اوج مرحوم کے موقف کو ”ناقابل توجہ“ کہا ہے تو یہ ایک قابل فہم، معتدل اور معقول رد عمل ہے جس کی غیر معقول انداز میں اتنی شدید تردید کا جواز نہ تھا۔ آنجناب کی ذات گرامی اور الشریعہ کے بارے میں ہمارے دل میں پائی جانے والی خوش گمانی اس وضاحت کا تقاضا کرتی ہے۔ امید ہے آنجناب بدگمانیوں کو ہوا دینے والے امور کا ضرور ازالہ فرمائیں گے۔

محمد رشید

abu_munzir1999@yahoo.com